حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کا عرفان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سب سے بڑھ کر حاصل ہوا۔

دَنَا فَتَدَلّٰی کے نتیجہ میں آپ ؐ شفیع الوریٰ بن گئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹ / جون ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیاتِ کریمہ تلاوت کیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ﴿۲﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ﴿۳﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ﴿۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴿۵﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ﴿۶﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۙ﴿۷﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ﴿۸﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۙ﴿۹﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۚ﴿۱۰﴾ (النجم: ۲ تا ۱۰)

پھر فرمایا:۔

دنیا میں بلند مراتب کی طرف یا اعلیٰ مقامات کی طرف یا اونچے مقاصد کی طرف راہنمائی کرنے والے تین قسم کے ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو آثار سے یہ اندازہ لگائیں کہ کوئی اعلیٰ چیز جو مقصود اور مطلوب ہے کس طرف ہوگی اور پھر ان کو جو آثار کا مطالعہ کر کے براہ راست نتائج اخذ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے ان کو اپنے پیچھے آنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس طرح ان کو اعلیٰ اور بلند مقاصد کی

طرف ہدایت کرتے ہوئے ، راہنمائی کرتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ایک وہ ہیں جو بلند مراتب یا اعلیٰ مقاصد کو پاچکتے ہیں ان کو حاصل کر لیتے ہیں اور حاصل کرنے کے بعد، ان سب راہوں سے پوری طرح واقف ہونے کے بعد جن راہوں کو ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اختیار کرنا پڑتا ہے پھر دنیا کو اپنی طرف بلاتے ہیں اور دنیا کو یا اپنے دوسرے ساتھیوں کو ان مقاصد کی طرف راہنمائی کرتے ہوئے بالآخر وہاں پہنچا دیتے ہیں اور ایک تیسری قسم یہ ہے کہ نہ وہ آثار پڑھ سکتے ہیں نہ وہ مقصد کو پانے والے ہوتے ہیں بلکہ محض سرداری کے شوق میں دنیا کو دھوکہ دیتے ہوئے دنیا کو ایسی چیزوں کی طرف بلاتے ہیں جن کی ان کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی اور یہ بھی دو قسم کے ہیں۔

ایک وہ جو بالارادہ دھوکہ دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جس کی طرف بلا رہے ہیں وہ کچھ بھی نہیں ہے اور ایک وہ جو غفلت کی حالت میں بعض عقائد یا بعض جاہلانہ خیالات کو ورثہ میں پالیتے ہیں اور کبھی ہوش کی آنکھ سے یہ نہیں دیکھتے کہ ان باتوں میں کوئی حقیقت بھی ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اس طرح خود بھی اندھے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی اندھوں کی طرح ایک ایسی چیز کی طرف ہدایت دیتے ہیں جس طرف جانے کی ان میں صلاحیت ہی کوئی نہیں اور جس کی حقیقت کا ان کو علم نہیں ہے۔

قرآن کریم نے ان سب مثالوں کو خوب کھول کر واضح فرمایا ہے۔عجیب بات یہ کہ پہلی دو قسم کی مثالیں جانوروں میں ملتی ہیں لیکن آخری قسم کی مثال جانوروں میں دکھائی نہیں دیتی۔آپ کو جانور کہیں بھی دوسرے جانوروں کو دھوکہ دیتے ہوئے دکھائی نہیں دیں گے۔کہیں جانور ایک ایسے بلند مقصد کی طرف بلاتے ہوئے دکھائی نہیں دیں گے جن کے متعلق ان کو کچھ بھی علم نہ ہو لیکن اشرف المخلوقات میں یہ تینوں قسمیں ملتی ہیں اور سب سے زیادہ قسم آخری قسم ہے یعنی دھوکہ دینے کی حالت میں لوگوں کو ایک بلند مقصد کی طرف بلانا یا غفلت کی اور جہالت کی حالت میں اس کو چہ سے کلیۃً بے خبر ہونے کے باوجود لوگوں کو ایسے مقصد کی طرف بلانا جس سے ان کو کوئی آگاہی نہیں۔

قرآن کریم نے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کو ان لوگوں میں سر فہرست رکھا ہے جو مقصد کو پالینے کے بعد، اس کے کوچوں کے آداب سے خوب آشنا ہونے کے بعد اُن کی کنہ کو سمجھنے کے بعد اور ہر پہلو سے ان کی خوبیوں اور ان کے خطرات سے واقف ہونے کے بعد پھر وہ دنیا کو یا دوسروں کو اُس بلند مقصد کی طرف بلاتے ہیں۔ یہ کیسے ہوا؟ کس طرح حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اس کے اہل

بنائے گئے ؟ کس طرح آپؐ کو تیار فرمایا گیا ؟ یہ وہ مضمون ہے جو اُن آیات میں ملتا ہے جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی میں ثریا ستارے کو گواہ بناتا ہوں ۔کس وقت وہ گواہ بنے گا؟ جب وہ نیچے جھک جائے گا اور دنیا کے قریب آجائے گا۔یعنی مستقبل کا کوئی گواہ ہے جس کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے۔دوسرا معنی یہ ہے کہ جب بھی وہ جھکتا ہے اور قریب آتا ہے۔جہاں تک اس معنی کا تعلق ہے بالعموم ترجمہ کرنے والوں کا رجحان اس دوسرے معنی کی طرف جاتا ہے حالانکہ ثریا ستارا تو ویسے کبھی بھی زمین کی طرف نہیں جھکتا۔معنوی لحاظ سے مستقبل میں اس نے ضرور جھکنا تھا اور انہی معنوں میں قرآن کریم نے ایک پیشگوئی کے رنگ میں اس گواہ کو پیش فرمایا ہے۔ مَاضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی یہ جو تمہارا ساتھی ہے یعنی محمد مصطفی ﷺ اس نے ہرگز اپنی راہ کو کھویا نہیں یعنی جس راہ پر وہ چلا ہے اس راہ کو آخر تک مضبوطی سے پکڑے رکھا، وہ سیدھی راہ تھی، مقصد تک پہنچانے والی راہ تھی اور اس راہ کو اس نے گم نہیں کیا، اس سے بھٹکا نہیں وَمَا غَوٰی اور غَوٰی کا مطلب ہے گمراہ نہیں ہوا یعنی راہ چھوڑ کر، بھول کر، کسی پہلو سے بھی وہ اس راہ سے الگ نہیں ہوا۔ وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ۔ یہ وہ شخص ہے جو تمنا کے مطابق کلام نہیں کرتا بلکہ حقیقت پر مبنی کلام کرتا ہے خواہشوں پر مبنی کلام نہیں کرتا اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی وہی کہتا ہے جو اس پر الہام کیا گیا ہے۔جس کی اس پر وحی فرمائی گئی ہے۔پھر فرمایا: عَلَّمَهٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۔اس مضمون کو جو یہ تمہارے سامنے بیان فرماتا ہے بہت ہی طاقتور صلاحیتوں والے نے اس سے بیان فرمایا ہے یعنی خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ ذُوۡ مِرَّةٍ ۔وہ بار بار اپنے جلوؤں کو دُہراتا ہے۔بار بار ان صفات کی جلوہ گری فرماتا ہے جن صفات کا اس مضمون سے تعلق ہے یعنی حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی بعثت اور بعد میں ہونے والے واقعات۔ وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی ۔وہ خدا جس نے اس بندے یعنی محمد ﷺ سے کلام کیا ہے اس نے اس وقت کلام کیا جب وہ اُفق اعلیٰ پر تھا۔اس مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ہر نبی کا ایک اُفق ہے وہ نبی اُس اُفق سے بلند حرکت خدا کی طرف نہیں کرسکتا۔اس کی ایک استعداد ہے اس استعداد سے بڑھ کر آگے قدم نہیں رکھ سکتا اور ہر دوسرے نبی کا اُفق حضرت محمد مصطفی ﷺ کے اُفق سے نیچے تھا تو فرمایا اس خدا نے اس سے کلام کیا ہے جو بلند ترین اُفق پر تھا اور اس سے ملنے کے لئے اسے اس

بلندی تک اُٹھنا لازم تھا۔ جب تک یہ اس بلندی تک رفعت نہ پاتا اس خدا کو پانہیں سکتا تھا جو خدا اُفق اعلیٰ پر جلوہ گر تھا۔ پھر فرمایا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى پھر یہ قریب ہوا اور پھر یہ نیچے جھکا فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى اس طرح وہ دو کمانوں کا درمیانی وتر بن گیا۔

اس مضمون سے متعلق مزید کچھ بیان کرنے سے پہلے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جیسا کہ جانوروں میں بھی خدا تعالیٰ نے انسانوں کے لئے بہت سی اچھی مثالیں رکھیں ہیں اور جانوروں میں بھی بیان کردہ پہلی دو صلاحیتیں موجود ہیں۔ چنانچہ آپ لوگوں میں سے جن لوگوں نے زندگی سے متعلق فلمیں دیکھی ہوں یعنی محققین نے زندگی کی بقاء سے متعلق بہت محنت کر کے جو فلمیں تیار کی ہیں ان میں وہ بعض دفعہ ایسے مناظر دکھاتے ہیں کہ لاکھوں پر مبنی بڑے بڑے ریوڑ ہیں گلے ہیں جن میں ہر قسم کے مویشی اور حیوانات وغیرہ بھی شامل ہو جاتے ہیں اور پانی کی کمی کی وجہ سے سخت بے چین ہوتے ہیں ان کو اپنے میں سے ہی بعض ایسے صاحب صلاحیت جانور راہنمائی کرتے ہوئے ایک سمت میں لے جاتے ہیں جس سمت میں ان کو پانی کے آثار دکھائی دیتے ہیں اور باقی سب اندھا دھند اُن کی پیروی کرتے چلے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ یہ ایک اتنا بڑا جلوس بن جاتا ہے کہ تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے بھی گھنٹوں میں اس کا آخری کنارا پہنچتا ہے اور آگے لگے ہوئے کچھ جانور ہیں جن پر اُن کو پورا اعتماد ہوتا ہے اور یہ اعتماد کبھی جھوٹا نہیں نکلا یہ الگ بات ہے کہ پانی تک پہنچنے سے پہلے یہ سارے جانور پیاس اور بھوک سے مر جائیں لیکن وہ سمت کبھی غلط نہیں ہوتی جس سمت کی طرف وہ حرکت کر رہے ہوتے ہیں اگر کہیں پانی میسر آ سکتا ہے تو وہاں آ سکتا ہے اس کے سوا اور کسی سمت میں اس سے قریب تر پانی میسر نہیں آ سکتا۔ تو دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے جانوروں میں بھی ہمارے لئے کیسی اعلیٰ اور پاکیزہ مثال رکھی ہے کہ یہ وہ بظاہر بے وقوف اور بے سمجھ حیوانات ہیں لیکن خدا تعالیٰ نے ان کی فطرت میں جو بعض خوبیاں ودیعت فرما دی ہیں ان میں وہ بنی نوع انسان کے لئے مثال بن جاتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے شہد کی مکھی کی مثال دی ہے اور شہد کی مکھی کو خاص طور پر اس رنگ میں پیش فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وحی فرمائی۔ جس کا مطلب ہے کہ جانوروں میں سے یہ سب سے زیادہ غیر معمولی روحانی صلاحیتیں رکھنے والی چیز ہے جس کے متعلق اگر تحقیق کی جائے دن بدن اعلیٰ سے اعلیٰ نئے مضامین روشن ہوتے چلے جائیں گے اور عقل دنگ ہوتی چلی جائے گی کہ کس طرح اس چھوٹی سی

مکھی کے اندر جو چھوٹا سا دماغ ہے وہ کتنے حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیتا ہے الٰہی کارناموں میں سے وہ ایک ہے جس کا میں نے ذکر کیا کہ بعض لوگ یا بعض مخلوقات یہ صلاحیت رکھتی ہیں کہ پہلے جگہ کو دریافت کرتی ہیں، اعلیٰ مقصد کو خود حاصل کرتی ہیں پھر دعوت دیتی ہیں اس کے بغیر نہیں۔ چنانچہ شہد کی مکھی میں یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ شہد کی مکھیوں میں سے بعض اس مقصد کے لئے خصوصی طور پر فطرتاً تیار فرمائی گئی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وحی فرمائی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر بعض غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت فرما دی ہیں اور اسی کا نام وحی ہے یعنی شہد کی مکھی کے تعلق میں اس کو وحی کہا جائے گا۔

شہد کی مکھیوں کا ایک حصہ ایسا ہے کہ جب مکھیوں نے اُڑ کر کہیں جانا ہو، جب ایک چھتا بے کار ہو چکا ہو اور نئے چھتے کی تلاش ہو تو یہ مکھیاں اُڑ کر پہلے چاروں سمت میں پہلے رائیکی کرتی ہیں یعنی جائزہ لیتی ہیں کہ ہر پہلو سے سب سے اچھا چھتا کون سا ہو سکتا ہے اور ہر ایک مکھی ہر سمت میں اُڑ کر اپنے اپنے جائزے کی رپورٹ لے کر واپس اپنے چھتے تک پہنچتی ہے اور پھر یہ بھی معلوم کرتی ہے کہ رس والے پھول قریب ترین کہاں اور کتنے پائے جاتے ہیں۔ ان تمام معلومات سے پوری طرح مرصّع ہو کر وہ جب واپس پہنچتی ہیں تو ایک قسم کا ناچ ناچتی ہے، وہ ایک ایسا ناچ ہے جس پر سائنسدان ابھی تک تحقیق کر رہے ہیں اور ابھی تک مکمل طور پر اس کی زبان کو سمجھ نہیں سکے کہ وہ کیسے یہ ناچ ناچتی ہیں، کیسے اُس زبان کو دوسری مکھیاں سمجھتی ہیں لیکن اس حد تک اس مضمون پر ان کی رسائی ہو چکی ہے کہ قطعی شواہد کے طور پر اس بات کو پیش کر سکتے ہیں کہ اس ناچ میں اشاروں کی ایک زبان ہے جو معین طور پر شہد کی مکھیوں کی ملکہ اور اس کی ساتھیوں کو یہ اطلاع دیتی ہے کہ ہم نے ایک جگہ دریافت کی ہے وہ جگہ یہاں سے اتنے فاصلہ پر ہے، اس کا زاویہ یہ ہے اور اس جگہ کی نوعیت یہ ہے اور دوسری مکھی دوسری طرف سے اُڑ کر آئے گی اور وہ یہ رپورٹ پیش کرے گی کہ ہم نے بھی ایک جگہ دیکھی ہے اور وہ اتنے فاصلہ پر ہے اور اس میں یہ یہ خوبیاں ہیں اور یہ یہ سہولتیں مہیا ہیں پھر بھی ابھی فیصلہ نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ اور مکھیاں آئیں گی۔ ہر مکھی اپنی اپنی رپورٹ ناچ کی شکل میں پیش کرتی ہے۔ اس ناچ کی تصویریں، اس کے زاویے مختلف شکلوں میں محفوظ کئے گئے ہیں اور وہ مضامین جن میں اس ناچ کی تصویریں ملتی ہیں ان کو پڑھتے ہوئے انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے اور کلام الٰہی کی تائید میں

اس کی صداقت میں دل بے اختیار اچھل اچھل کر گواہی دیتا ہے۔ کسی جانور کے متعلق قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے اس پر وحی فرمائی سوائے شہد کی مکھی کے اور شہد کی مکھی کی صلاحیتیں واقعۃً وحی سے سجائی گئی ہیں اور وحی سے مزین ہوئی ہیں اور وحی سے ترتیب پا گئی ہیں ورنہ ایک مکھی ویسی ہی مکھی تو ہے جیسی گندگی پر گرنے والی مکھی ہے۔ کوئی نمایاں فرق نہیں ہے۔ ایک ہے جو بیماریاں پھیلاتی اور گندگی پر منہ مارتی ہے اور ایک ہے جو دنیا میں شفاء پھیلاتی اور نہایت پاکیزہ خوراک کے سوا کسی اور خوراک کو پسند نہیں کرتی اور اس کے اندر جو صلاحیتیں ہیں جیسا کہ میں نے بیان کیا وہ ایسی عظیم الشان ہیں کہ انسانوں میں سے بھی بلند پایا قلبی اور ذہنی صلاحیتوں کے مالک اس ناچ کی زبان کو نہ پوری طرح سمجھ سکتے ہیں نہ اس زبان کو پوری طرح دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں۔ آج اگر ان کو کہا جائے کہ باہر سے جائزہ لے کر واپس آؤ اور ہر ایک یہ رپورٹ پیش کرے کہ کون سی چیز کتنے فاصلہ پر ہے اور اس کو ایک ناچ کے ذریعے تفصیل کے ساتھ بیان کرو تو بہت مشکل مضمون ہے۔ انسان حیوان ناطق ہے اور اپنی نطق کو استعمال کر کے بعض اشاروں کی زبانیں بنا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن اگر ایسی زبان نہ بنائی گئی ہو اور انسانوں پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ ازخود ایک ناچ ایجاد کریں، ازخود وہ اس کی زبان بنائیں اور پھر بغیر دوسروں کو بتائے اس سے یہ توقع رکھیں کہ وہ ان کی ہر بات کو صحیح سمجھے گا، یہ بات ناممکن ہے لیکن شہد کی مکھی میں یہ بات پوری ہے۔ چنانچہ وہ پہلے مقصد کو پاتی ہے، اس کو حاصل کرتی ہے، اس کے تمام مثبت اور منفی پہلوؤں سے واقف ہوتی ہے اور اس راہ کے خطرات سے آگاہ ہوتی ہے اور پھر اپنے چھتے کی طرف لوٹتی ہے اور پھر ان اطلاعات کو بتا کر کہتی ہے کہ آؤ میرے پیچھے آؤ۔ شہد کی مکھیاں ان ساری اطلاع دینے والوں کی اطلاع کا موازنہ کرتی ہیں بلکہ ہر چیز کو ذہن میں محفوظ رکھتی ہے اور بالآخر اس ایک سمت میں روانہ ہو جاتی ہے جو اس کے نزدیک سب سمتوں میں سے سب سے بہتر ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ اُن انبیاء کے سرفہرست ہیں، ان انبیاء کے سردار ہیں جن سب انبیاء کو خدا تعالیٰ نے ایسی ہی صفات سے مرصّع فرمایا اور وحی کی طاقت سے ایسا ہوا۔ ان کے سوا انسانوں میں اور کوئی نہیں ہے جو ان خوبیوں سے پوری طرح آراستہ اور مزین ہو جن کا میں ذکر کر رہا ہوں پورے یقین اور سچائی کے ساتھ ایک اعلیٰ مقصد کو حاصل کرتے ہیں، پوری تحقیق کرتے ہیں، اس

کے **ماله وما عليها** سے واقف ہوتے، مثبت اور منفی پہلوؤں سے پوری طرح باخبر ہو جاتے ہیں۔ نقصانات سے باخبر ہوتے ہیں فوائد سے باخبر ہوتے ہیں اور جب بلاتے ہیں تو کامل یقین کے ساتھ بلاتے ہیں۔ ایک ذرّہ بھی شک نہیں ہوتا کہ جس سمت میں ہم بلا رہے ہیں ہم ہو کر آئے ہیں، ہم نے دیکھ لیا ہے۔ وہ چیز جو تمہیں بتا رہے ہیں کہ وہاں ہے وہاں ہے اور لینے کے لائق ہے۔

اس مضمون کو سب سے زیادہ شان کے ساتھ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے اپنے رب سے سیکھا اور سب سے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ اسے دوسروں کے سامنے پیش فرمایا۔ یہ وہ مضمون ہے جو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے جن کا ترجمہ ابھی میں نے آپ کے سامنے رکھا۔ فرمایا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ بلند مرتبہ ستارہ ثریا ایک وقت زمین کی طرف جھکے گا اور ایک بات کی گواہی دے گا اور وہ یہ ہے کہ یہ محمد مصطفی ﷺ ایسا نہیں جو کبھی بھی رستہ کھو دے۔ اگر اس کے جانے کے چودہ سو سال بعد بھی یہ واقعہ رونما ہوا تو چودہ سو سالہ تاریخ پر وہ ثریا گواہ بن کر اُترے گا اور آئندہ کے زمانہ پر بھی یہ گواہی دے گا کہ جس پاک رسول نے آج تک رستہ نہیں کھویا۔ جس کی تعلیم آج بھی مستقیم ہے وہ کل بھی اسی سمت میں ہمیشہ روانہ رہے گا اور جس طرح پہلوں کے لئے وہ ایک سچا اور قابل اعتماد راہنما تھا کہ جس کی باتوں میں کوئی لغزش، کوئی غلطی نہیں اسی طرح آئندہ زمانوں میں بھی ایسا ہوگا۔ اس پیشگوئی کو جو قرآن کریم میں بیان فرمائی گئی ہے حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ایک حدیث کی روشنی میں جب ہم پڑھتے ہیں تو ایک بہت ہی لطیف مضمون آنکھوں کے سامنے اُبھرتا ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ **لو كان الا يمان معلقاً عندالثريا لنا له رجل اَوْرجال من هو لاء** (بخاری کتاب التفسیر حدیث نمبر: ۴۵۱۸) یہ مضمون اس وقت بیان فرمایا جب یہ گفتگو تھی کہ آنحضور ﷺ اگر دوبارہ آئیں گے جیسا کہ سورہ جمعہ میں بیان فرمایا گیا ہے تو کیسے آئیں گے؟ کیوں آئیں گے؟ کیا مقاصد ہوں گے؟ تو فرمایا کہ اس واپسی کے مضمون کو نہایت ہی لطیف رنگ میں ثریا کے ساتھ باندھ دیا فرمایا ثریا سے تعلیم دوبارہ نیچے اُترے گی۔ ثریا تک چلی جائے گی اور پھر دوبارہ نیچے اُترے گی اور ایک شخص ثریا تک بلند ہوگا اور اس تعلیم کو واپس لے کر آئے گا۔ ثریا کے نیچے اُترنے کے یہ معنی ہیں اگر یہ معنی نہیں ہیں تو ثریا ستارہ تو نیچے اُتر نہیں سکتا۔ اگر وہ اپنا محور چھوڑ کر زمین کی طرف جھکے گا تو فائدے کی بجائے ایسا نقصان پہنچا دے کہ اس کا پھر کوئی ازالہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ثریا کا اپنے محور کو چھوڑ

کر زمین کی طرف جھک جانا لازماً قیامت کی بربادی پیدا کر دے گا اور سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ ساری کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اس لئے لازماً اس کو معنوی طور پر سمجھنا ہو گا اور اس زبان کو مذہب کی زبان کے ساتھ ملا کر پڑھنا ہو گا۔ فرمایا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ ایک ایسا وقت آئے گا کہ ثریا سے گواہی اُترے گی ثریا کے اترنے سے مراد یہ ہے کہ ثریا سے گواہی زمین پر اترے گی اور وہ اعلان یہ کرے گی کہ میرے آقا و مولا محمد مصطفیٰ ﷺ ایک لغزش نہ کرنے والے پاک رسول ہیں جن کی تعلیم کو زمانہ بدل نہیں سکتا جن کی تعلیم کو زمانہ ہمیشہ کا نقصان پہنچا نہیں سکتا، اس تعلیم کی حفاظت آسمان سے کی جائے گی اور آسمان سے کی جارہی ہے۔ اسی مقصد سے خدا تعالیٰ نے اس گواہ کو ثریا تک بلند فرمایا اور پھر ثریا سے نیچے اُتارا۔ اسی مضمون کو آگے جا کر قرآن کریم اس سے بہت بڑھ کر شان کے ساتھ دُہرانے والا ہے۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک غلام کی خبر ہے کہ وہ ثریا تک بلند ہو گا اور ثریا سے ایمان کو واپس لا کر زمین پر یہ گواہی دے گا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ سچے ہیں اور آپ ہی کا دین ہے جو سب دنیا کی نجات کا موجب بن سکتا ہے۔ اس کے سوا کوئی نجات کی راہ نہیں لیکن وہ آقا جس سے یہ فیض پائے گا اس کا مرتبہ کیا ہے، اس نے کیا سیکھا اور کس سے سیکھا تھا یہ مضمون ہے جو اس کے بعد بیان ہوا ہے۔ فرمایا وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اس کی گواہی میں یہ بات بھی شامل ہو گی کہ محمد مصطفیٰ ﷺ جو کچھ بیان فرماتے ہیں اپنی ذات سے اپنی خواہشات کے مطابق بیان نہیں فرماتے، آپ کی تمناؤں کا اس میں کوئی بھی دخل نہیں۔

پس جھوٹے دعویدار جو کہتے ہیں کہ آؤ! ہم تمہیں بھلائی کی راہ دکھاتے ہیں، اعلیٰ مقاصد کی طرف لے کر جاتے ہیں ان کی طرف نظر ڈالیں تو سوائے انبیاء کے باقی ضرور کسی نہ کسی شک میں مبتلاء ہوتے ہیں اور جب بلاتے ہیں تو دل کی کوئی تمنائیں ان کے بلانے کے اخلاص کو گندا کر چکی ہوتی ہیں۔ بہت سی خواہشات ہیں۔ لیڈر بننے کی خواہشات، راہنما بننے کی تمنا اور دیگر فوائد حاصل کرنے کی تمنائیں، ان کے اس دعوے کو گدلا کر دیتی ہیں اور میلا کر دیتی ہیں لیکن ایک وہ وجود ہے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ جس کی دعوت میں نفس کی کوئی بھی میل نہیں، ایک ذرہ ایک ادنیٰ سی میل بھی نہیں ہے۔ اپنی طرف سے کہتا ہی کچھ نہیں، وہی کچھ کہتا ہے جس کی اُس پر وحی فرمائی جاتی ہے اور وحی فرمانے والے میں کوئی کمزوری نہیں۔ دیکھیں اس مضمون کو کتنا طاقتور بنا دیا گیا ہے۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى۔ سکھانے

والا بھی ایسا ہے کہ اس سے بڑھ کر مضبوط قوی کی کوئی چیز ممکن نہیں ہے یعنی خالق و مالک اللہ تعالیٰ خود اس کا اُستاد ہے اور وہ شَدِیْدُ الْقُوٰی جس کی صفات بہت ہی عظیم اور غیر معمولی طاقتیں رکھتی ہیں ایسی طاقتیں جن کی کوئی اور مثال تمہیں کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ وہ استاد ہے جس نے اس شاگرد یعنی محمد مصطفی ﷺ پر وحی فرمائی اور خود اسکو سکھایا یعنی وحی فرمانے کے بعد علم کا مضمون بھی اس میں بیان فرمایا گیا جیسا کہ سورہ جمعہ میں فرمایا گیا ہے کہ آیات پڑھ کر سُنا تا ہے اور پھر علم دیتا ہے تو وہی ترتیب ہے اور وہی مضمون کی گہرائی اور وہی وسعتیں ہیں لیکن ایک اور شان اور ایک اور رنگ کے ساتھ اس مضمون پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔ فرمایا ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰی۔ خدا تعالیٰ اس مضمون کو بار بار ظاہر کرنے والا ہے۔ اس جلوہ کو کئی رنگ میں ظاہر فرمانے والا ہے جس کا ایک مطلب تو یہ ہے اور اوّل مطلب یہی ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ پر خدا صرف ایک دفعہ جلوہ گر نہیں ہوا بلکہ بار بار ہوا ہے اور بار بار عظیم شان کے ساتھ ہوا ہے اور اس جلوہ گری نے بالآخر ایک ایسی شکل اختیار فرمالی کہ گویا مستقل محمد مصطفی ﷺ کے ساتھ رہنے لگا اور آپ کے وجود پر اپنا عرش پکڑ لیا۔ چنانچہ فرماتا ہے، ذُوْ مِرَّةٍ ؕ۔ وہ بار بار جلوہ دکھانے والا خدا ہے، بار بار اپنی طاقتوں کو ظاہر کرنے والا خدا ہے۔ فَاسْتَوٰی پھر وہ عرش پر مستحکم ہو گیا اور یہاں عرش سے مراد قلب محمد مصطفی ﷺ کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہی مضمون بیان ہو رہا ہے۔

بعد میں ان آیات میں اس قلب کا خصوصیت سے ذکر فرمایا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی (النجم: ۱۲) کہ اس قلب نے جو کچھ دیکھا ہے، اس قلب پر خدا کا جو جلوہ ظاہر ہوا اور وہاں قرار پکڑ گیا اس کے متعلق یہ قلب جو کچھ بتاتا ہے جھوٹ نہیں بتاتا۔ بالکل سچی باتیں بتا رہا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی باوجود اس کے کہ خدا اُفق اعلیٰ پر تھا اور اُفق اعلیٰ پر ہے۔ اس کے قریب آنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کی بلند شان میں کسی قسم کی کمی آئی ہو اور وہ نیچے اُتر آیا ہو۔ اپنے وجود اور تمکنت اور شان کے لحاظ سے اس کے اندر کسی قسم کا کوئی تنزل ممکن نہیں ہے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کی لقاء اپنے رب سے کیسے ہوئی؟ فرماتا ہے۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی وہ اُفق اعلیٰ پر تھا یا ہے اور محمد ﷺ نے معراج کیا ہے اُس اُفق اعلیٰ تک بلند ہوا ہے۔ یہ بجا ہے کہ اللہ کی طاقت اور اس کی راہنمائی اور اس کی غیر معمولی نصرت کے ساتھ ایسا ہوا مگر محمد ﷺ کا مرتبہ اُفق اعلیٰ

تک بلند کیا گیا ہے اور اُفق اعلیٰ سے مراد وہ اُفق ہے جس سے بلند تر کوئی اُفق ہو نہیں سکتا اور معراج کے اُفق کے سوا اور کسی اُفق کا یہاں ذکر نہیں ہے کیونکہ معراج کا اُفق وہ تھا جس پر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی اور کبھی شریک نہیں ہوا نہ ہوسکتا ہے نہ کبھی ہو سکے گا۔ تمام دوسرے انبیاء اپنے اپنے اُفق تک بلند ہوئے اور پھر اس اُفق پر قرار پا کر اپنی قوم کی طرف واپس آئے لیکن اُفق اعلیٰ تک سوائے حضرت محمد ﷺ کے اور کوئی بلند نہیں ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ تمام صفات حسنہ اور اس کے کمالات کی وہ ہر شان جس کا انسان متحمل ہوسکتا تھا، جس تک انسان رسائی پا سکتا تھا اور اسے قبول کرنے کی اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے طاقت بخشی گئی تھی ، وہ حد امکان تک آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی اور اس ظرف کے مطابق اس کے کناروں تک خدا تعالیٰ نے اسے اپنے جلوے سے بھر دیا۔ یہ اُفق اعلیٰ تک آپؐ کا معراج ہے اور پھر چھوڑ کر نہیں گیا۔ بار بار اس جلوے میں تموّج ضرور آیا ہے لیکن عرش پھر ہمیشہ محمد ﷺ کے قلب پر ہی رہا ہے اور ہمیشہ قلب محمد مصطفیٰ ﷺ جس حالت اور جس شان میں پایا جاتا ہے اس میں خدا تعالیٰ کا عرش ہمیشہ اسی طرح قرار پکڑ ا رہے گا اور جلوہ گر رہے گا۔

پھر فرمایا ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى دَنَا سے مراد جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ اُفق اعلیٰ کی طرف دَنَا ہے۔ مفسرین نے بالعموم اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے دنا کیا یعنی آپ خدا کی طرف بلند ہوئے اور اس کے قریب بڑھے فَتَدَلّٰى اور اللہ تعالیٰ نیچے اُترا اور گویا کہ بین بین ایک مقام ایسا تھا جہاں جا کر انسانیت اور الوہیت کا اتصال ہوتا ہے۔

حضرت اقدس محمد ﷺ نے دَنَا فرمایا اور خدا تعالیٰ نے تَدَلّٰى فرمایا۔ یہ معنی مشہور اور عام ہیں اور تفسیر صغیر میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے یہی معنی کئے ہیں۔ اس معنی کو غلط نہیں کہا جا سکتا کیونکہ قرآن کریم نے بعض دفعہ ضمائر کو مجہول چھوڑ دیا اور وضاحت کے ساتھ ان کی تعیین نہیں فرمائی تا کہ تھوڑے لفظوں میں ایک سے زیادہ مطالب بیان ہوسکیں۔ پس اس پہلو سے ہرگز تعجب نہیں کہ دَنَا اور تَدَلّٰى کی ضمائر کو خدا تعالیٰ نے واضح کئے بغیر کیوں چھوڑ دیا تا کہ اس سے اور بہت سے مضامین نکلیں لیکن ایک وہ مضمون جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے وہ اس آیت کا ایک ایسا مضمون ہے جو اس آیت کی شان کو اُفق اعلیٰ تک پہنچا دیتا ہے اور اس سے بلند مرتبہ مضمون آپ کے علم میں دنیا کی کسی تفسیر میں نہیں آئے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فرماتے ہیں۔ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى

جب یہ آیت شریفہ یعنی دَنَا فَتَدَلّٰى نازل ہوئی جس کا مطلب ہے کہ قرب ہوا اور نیچے جھک گیا۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ تو دو کمانوں کا ایک واحد وتر بن گیا۔ فرماتے ہیں جب یہ آیت شریفہ جو قرآن شریف کی آیت ہے الہام ہوئی یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے خاص معنی سمجھانے کی خاطر تبرکاً اللہ تعالیٰ نے یہی آیت الہام فرمائی۔ تو اس کے معنے کی تشخیص اور تعین میں تامّل تھا۔ میں متردّد تھا کہ یہ آیت میرے متعلق کیوں نازل ہوئی اگر یہی مطلب لیا جائے کہ یہ تمہارے متعلق ہے تو فرمایا کہ مجھے تامّل تھا۔ میں اس کو قبول نہیں کر سکتا تھا اور تشخیص نہیں کر سکتا تھا تب طبیعت دعا کی طرف مائل ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کی کہ اے خدا! اس آیت کا مجھ پر نازل فرمانا کیا مقصد رکھتا ہے۔ اس معنی کو خود مجھ پر روشن فرمادے۔ فرماتے ہیں، اسی تامل میں کچھ خفیف سی خواب آ گئی۔ ایک نیند کی غنودگی کی حالت طاری ہوگئی۔ اور اس خواب میں اس کے معنے حل کئے گئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔

”دنو سے مراد قرب الٰہی ہے۔۔۔

یعنی بندے کا خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا، اس کی طرف بڑھنا اور

۔۔۔ تَدَلّٰى سے مراد وہ ھبوط اور نزول ہے کہ جب انسان تخلق باخلاق اللہ حاصل کر کے اس ذات رحمان رحیم کی طرح **شفقته علی العباد** عالم خلق کی طرف رجوع کرے“ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ: ۵۸۸)

اب دیکھیں اس مضمون کے ساتھ اس آیت میں کتنی عظیم رفعت عظمت اور وسعت دکھائی دینے لگتی ہے۔ جو پہلے ہی موجود تھی لیکن کبھی انسان کی نظر اس بلندی تک نہیں اُٹھی تھی۔ جس بلندی تک الہام نے اور پھر خود اللہ تعالیٰ کی نازل فرمودہ تشریح نے اس مضمون کو اوپر پہنچا دیا ہے۔ اس نظر کو اس حد تک بلند کروا دیا کہ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کا مضمون ذہن میں روشن ہو جاتا ہے اور اب سمجھ آتی ہے کہ بیک وقت دونوں معنے کیوں درست ہیں۔ اس آیت کا پہلا معنی یہ بتاتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اپنی تمام تر تمناؤں اور خواہشات کو خالص خدا تعالیٰ کی خاطر کر کے اپنے رب کی طرف بلند ہوئے اور جب اپنے تمام دین کو کلیۃً خالص کر کے اسی کے ہو گئے اور اس کی طرف بڑھے تو انسانی

طاقت میں یہ نہیں تھا کہ وہ محض اپنی طاقتوں سے خدا کو حاصل کر سکے، فَتَدَلّٰی تو پھر خدا تعالیٰ نے تَدَلّٰی فرمایا خود اُترا اور اس پاک بندے کا ہاتھ تھام لیا۔ اسے ان بلندیوں تک پہنچا دیا جن بلندیوں تک پہنچنے کا یہ حق دار تھا لیکن بشری تقاضوں کے پیش نظر الٰہی مدد اور نصرت کے بغیر اس کے لئے تنہا یہ کام کرنا مشکل تھا۔ پس دنــو کے نتیجہ میں ایک تَدَلّٰی ہوا اور اس تَدَلّٰی اور دنــو نے آپؐ کو ان معنوں میں ایک جان بنا دیا کہ جیسا کہ فرمایا: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔ جس طرح آپس میں یوں جُڑی ہوئی دو کمانیں ہوں اور وتر ان کے بیچ کا ہو جو ان دونوں کو اکٹھا کر رہا ہو۔ اس کا ایک اور معنی بھی ہے کہ دونوں کمانوں کا رُخ ہو اور پھر بیچ میں ایک وتر ہو۔ یہ الگ مضمون ہے۔ اس وقت میں اس پہلے والے مضمون کو بیان کرتا ہوں۔

فرمایا کہ جس طرح دو کمانوں کو ایک وتر جو ان دونوں کے درمیان اکٹھا باندھا گیا ہو یک جان کر دیتا ہے اور ان کو جوڑنے کی وہی تنہا وجہ بن جاتا ہے اسی طرح مخلوق اور خالق کے درمیان محمد مصطفیٰ ﷺ نے دَنَا اور تَدَلّٰی کے نتیجہ میں وہ مرتبہ اور مقام حاصل فرمایا کہ آپ شفیع الوریٰ بن گئے۔ آپؐ کے ذریعے خالق کا مخلوق سے رشتہ اپنے کمال کو پہنچا اور تعلق کا یہ رشتہ اس سے بلند تر کبھی پہلے قائم نہیں ہوا تھا اور کبھی یہ مضمون اپنے معراج کو نہیں پہنچا تھا جیسا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے دنــو سے اور اللہ کی تَدَلّٰی سے ایسا ہوا اور اس اشتراک کا نتیجہ کیا نکلا۔ اگر صرف اپنی ذات میں آنحضور ﷺ نے کچھ پایا ہے تو ہمیں کیا؟ بنی نوع انسان کو اس سے کیا فائدہ ہے؟ اور اگر وہ پایا ہے لیکن خدا کی صفات نہیں پائیں تو پھر اس دنــو کی کوئی بھی حقیقت نہیں رہتی۔ اس موقع پر خدا کی جو سب سے بڑی شان جلوہ گر ہوئی ہے وہ اپنی طرف آنے والے ایک بندے کی خاطر خود جھکنا ہے اور یہ خدا کی شان انکسار ہے۔ اس کو انکسار کا نام بے شک نہ دے سکیں لیکن شان وہی ہے کہ اتنا مستغنی ہونے کے باوجود، اتنا بلند مرتبہ ہونے کے باوجود کائنات میں سے کچھ بھی نہ ہو تب بھی اس کی شان غنیٰ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ ایسا مستغنی ہے لیکن پھر جھکتا ہے تو اگر اس عظیم شان سے جو اس موقع پر سب سے بڑھ کر جلوہ گر ہوئی ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حصہ نہ پاتے تو یہ مضمون نامکمل رہتا۔ آپؐ کا اتصال بے معنی ہو جاتا تو خدا تعالیٰ نے ان ضمائر کو تعین کئے بغیر چھوڑ کر کیسی شان کا مضمون پیدا فرما دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس مضمون کو الہام کر کے پہلی آیت کے حق میں بھی گواہی دے

دی کہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى محمد مصطفی ﷺ کی صداقت کا ایک عظیم گواہ آنے والا ہے۔ وہ ثریا سے آپ کی سچائی کی شہادتیں لے کر نیچے اُترے گا، ایمان کو دوبارہ زندہ کرے گا اور بعد کے ہمیشہ ہمیش کے آنے والے زمانوں کے لئے یہ اعلان کر دے گا کہ جیسا کہ گزشتہ چودہ سو سال میں اس رسول نے کبھی کوئی ٹھوکر نہیں کھائی، کبھی لغزش نہیں کھائی اس کی تعلیم کی حفاظت کی ذمہ داری آسمان کے طاقتور ذُوْ مِرَّةٍ خدا نے اٹھائی ہے میں اس کا گواہ ہوں کہ اسکی ہر بات سچی نکلی ہے۔

انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ نے جب آپ پر یہ مضمون ظاہر فرمایا اور آپ نے اس کی گواہی دی تو گویا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کی زندہ مثال بن گئے۔ ثریا کے اترنے اور گواہی کا مضمون کس شان کے ساتھ اس موقع پر پورا ہوتا ہے۔ یہ الہام کا وہ مقصد تھا جو اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انکسار اور تضرّع اور دعا کے نتیجہ میں آپ پر ایک رویا کے ذریعہ روشن فرمایا گیا۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ نے دنـــو کیا اور پھر آپ ہی نے تَدَلّٰی کیا۔ **جب خدا کو پالیا اور خدا کی صفات سے مرصّع ہو گئے تب آپ کا دل بنی نوع انسان کی ہمدردی میں پگھلا اور اس بلندی سے نیچے اترے تا کہ آپ نے جس اعلیٰ مقصد کو حاصل کیا ہے اس میں تمام بنی نوع انسان کو شریک کریں اور ہر ایک کو بتائیں کہ میں نے ایک عظیم چیز کو پالیا ہے جس سے عظیم تر چیز کا تصور ممکن نہیں ہے۔ تمام زندگیوں کا وہ سرچشمہ ہے۔ سب نعمتوں کا وہ منبع ہے جیسا میں نے اس کو پایا ہے آؤ میں تمہیں بلاتا ہوں کہ تم بھی میرے ساتھ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ میں تمہیں ان بلندیوں تک پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہوں کیونکہ میں سب کچھ دیکھ آیا ہوں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اپنے سارے وجود سے اس کو پایا۔ میرے دل پر وہ خدا جلوہ گر ہوا اور میں ان سب نعمتوں کی طرف تمہیں بلانے کے لئے واپس آیا ہوں جو نعمتیں مجھے اپنی تمام شان کے ساتھ اور اتمام نعمت کے ساتھ عطا فرمائی گئی ہیں۔**

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی مضمون کو خدا تعالیٰ کے تعلق میں بیان فرمایا ہے اور یہ جو مشابہتیں ہیں یہ بتاتی ہیں کہ یہ عظیم روحانی کائنات ہے جن کے آپس میں گہرے اندرونی رشتے ہیں۔ ایک جاہل ملاں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بدتمیزی کی زبان کھولتا ہے تو اس بے چارے بدنصیب بد بخت کو پتا نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا جیسا عرفان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا ہے اس کی مثال آپ کو کہیں

اور دکھائی نہیں دے گی اور اس عرفان کے نتیجہ میں اللہ کا جو عرفان اس زمانہ میں آپ کو عطا ہوا اس کی بھی کوئی اور مثال آپ کو دکھائی نہیں دے گی۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

’’... ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہوگئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔...‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ:۲۱)

پس آنحضرت ﷺ کو اگر خدا نے اپنے عجائبات کے اظہار کے لئے چنا ہے اور آپؐ کے قلب کو اپنے عرش کی تختہ گاہ بنانے کے لئے چنا ہے تو اس لئے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ میں اعلیٰ صفات پائی جاتی تھیں اور وہ صفات وہی ہیں جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ آپؐ صادق تھے اور وفادار تھے اور خدا تعالیٰ کی کامل قدرتوں پر کامل یقین رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں:۔

’’... کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتا نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ:۲۱)

’’اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو۔‘‘ محرومو، دیکھیں اس تعلق میں کیسا پیارا لفظ بیان فرمایا ہے۔ میں نے تو پالیا ہے تم جو محروم ہو جنہوں نے نہیں پایا۔ میں پانے کے بعد اور اس چشمے سے سیراب ہونے کے بعد تمہیں بلا رہا ہوں کس درد، بے قراری اور تڑپ کے ساتھ آپ بنی نوع انسان کو بلا رہے ہیں۔ ایک پانے والا ہی اس شان اور اس کرب کے ساتھ اور اس بے قراری کے ساتھ بلا سکتا ہے محروم کبھی نہیں بُلا سکتا۔ بڑے ہی اندھے اور بدنصیب وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عبارت کو پڑھ کر بھی آپ کا عرفان حاصل نہ کرسکے۔ ساری دنیا کے جھوٹے بھی مل کر اس شان کی سچی گواہی نہیں دے سکتے جو اپنے اندر اپنی صداقت کی عظمتیں خود رکھتی ہے۔ کسی جھوٹے

کے وہم وگمان میں بھی یہ عبارت نہیں آسکتی۔فرماتے ہیں۔

''اگر چہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں، کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ:۲۱-۲۲)

یہ ہے دعوت الی اللہ اور اس طرح دعوت الی اللہ کے مضمون کا حق ادا ہوتا ہے۔ہر بلانے والے کو کچھ نہ کچھ ضرور پانا ہوگا۔اگر اس کی رسائی اُفق اعلیٰ تک نہیں تو جس کی رسائی ہے اس کے پیچھے چل کر کچھ نہ کچھ بلندیاں اسے ضرور حاصل کرنی ہوں گی،اس چشمہ سے کچھ نہ کچھ سیراب ہونا تو اس کے لئے لازم ہے ورنہ اس دعوت میں نہ جان پڑے گی نہ اس میں صداقت کی وہ عظمت ہوگی جو بڑی قوت کے ساتھ لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔یہ مقناطیسی طاقت ایک حقیقت ہے اور اسی کو ملتی ہے جس کا مقناطیس سے رابطہ پیدا ہو جائے۔پس اپنے اندر وہ آہنی صفات پیدا کریں جو مقناطیس سے جڑ کر آپ کو مقناطیس بنا دیں اور مقناطیس کے قریب ہونے کی کوشش کریں پھر اُن صفات کی جلوہ گری آپ میں ہوگی جن صفات کا ذکر اس سورۃ کریمہ میں بیان فرمایا گیا ہے جس کی کچھ تلاوت میں نے آپ کے سامنے کی ہے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی اور اس بلند تر آقاؐ کی غلامی کا حق آپ کو عطا ہوگا جس کی غلامی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کچھ پایا۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کی اس شان کے حق میں گواہی دیتے ہوئے کہ آپ نے جب بلایا تو پہلے پایا پھر بلایا۔

آپؑ فرماتے ہیں۔

آنکھ اس کی دُور بیں ہے دل یار سے قریں ہے
ہاتھوں میں شمع دیں ہے عین الضیاء یہی ہے (درثمین صفحہ: ۸۳)

آنکھ اس کی دور بیں ہے، دور کی باتیں دیکھتا ہے، اُفق اعلیٰ پر نظر ہے مگر دل یار کے قریں

ہے۔اس کے دل پر یار جلوہ گر ہو چکا اور اسے اپنا تخت بنالیا۔

پردے جو تھے ہٹائے اندر کی راہ دکھائے
دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے (درثمین صفحہ: ۸۳)

اندر والا یہ کام کر سکتا ہے۔ بیرونی نظر سے دیکھنے والا جو اندر نہ پہنچا ہو وہ پردے ہٹا کر کسی کو اندر آنے کی دعوت نہیں دے سکتا۔ دل یار سے ملائے وہ آشنا یہی ہے۔ پس وہ سب احمدی جو مرد ہوں یا خواتین، بڑے ہوں یا بچے اگر دعوت الی اللہ کا حق ادا کرنا چاہتے ہیں تو دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی قربت کے کچھ آثار اپنے اندر پیدا کریں۔ جتنے یہ آثار پیدا ہوں گے جتنی آپ کی یافت اور جتنا آپ کے پانے کا مرتبہ بلند ہوگا اتنی ہی آپ کے اندر غیر معمولی طاقت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ آپ اس بات کے حقدار ہوں گے اور بنی نوع انسان مجبور ہوں گے کہ آپ کی آواز کو سنیں اور اُسے قبول کریں اور آپ کے پیچھے چلیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔